اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۱، مسلسل شمارہ:۳۶۷، سال ۲۰۲۳ء

نیر مسعود کی کتاب ”یگانہ، احوال و آثار“ پر چند سوالات

محمد ارسلان
لیکچرار اُردو
جی۔ سی یونیورسٹی، لاہور

SOME QUESTIONS ON NAYYER MASUD'S BOOK
YAGANA : AHWAL-O-ASAR

Muhammad Arsalan
Lecturer in Urdu
GC University, Lahore

Abstract

The article raises some basic and inevitable questions upon the very important book on Yagana by Nayyar Masud named *Yagana: Ahwal-o-Asar*. Nayyar Masud as the direct observer of Yagana's last period of life could address aptly issues related to Yagana's writings and personality. But it seems that he willingly left them unanswered. It's why the book could not quench the thirst of a researcher on life and works of Yagana. This also does not match with Nayyar Masud's own standard of research. The article tries to point out some of the left but important questions in the book.

Keywords:
Yagana, Adeeb, Adabistan, Ego, Objective Behaviour, Questions.

یاس یگانہ چنگیزی پر نیر مسعود (۱۹۳۶ء۔۲۰۱۷ء) کی مختصر کتاب (ایک سو بارہ صفحات) ۱۹۹۱ء میں سامنے آئی اور اسے انجمن ترقی اردو (ہند) نے نئی دہلی، بھارت سے شائع کیا۔ یہ کتاب، خالصتاً "ادبستان" کے عملی ادبی ماحول اور اُس زبانی (Oral) اور دید شدہ (Seen) روایت کی آفریدہ ہے، جس نے برسوں نیر مسعود کی خاموش پرورش کی۔ اس فضا کا احساس ہر اس آدمی کو ہوتا تھا، جو مسعود حسن رضوی ادیب (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۵ء) کے حینِ حیات میں ادبستان کے روز کے ملاقاتیوں اور عملی و ادبی منفعت کشید گان میں تھا، انیس اشفاق (پ ۱۹۵۵ء) کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

> محسوس ہوتا ہے جیسے (ادبستان کی) دیواریں، ستون اور صحنچیاں ایک دوسرے سے ہم کلام ہوں اور ایک دوسرے کو عہدِ رفتہ کی جادوئی داستان سنا رہے ہوں۔ دالانوں، طاقوں، روشن دانوں اور محرابوں کو غور سے دیکھیں تو سب کے سب بہت سی کہانیاں کہتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انجینئر آغا مرزا کے ہاتھ میں جانے کیا کمال تھا کہ انھوں نے 'ادبستان' کی ہر اینٹ میں زبان رکھ دی۔"(۱)

اس بیان کے مدِ نظر اور دیگر وسائل کی موجودگی میں دیکھیں تو "ادبستان" کئی کہانیوں کا گواہ، بہت سی کا افسانہ طراز اور بیشتر کو داستانوی کردار دینے والا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نیر مسعود کی "ادبستان" سے وابستگی خاصی سرّی اور اس حد تک فوق العادہ رہی کہ اُن کے مطابق وہ "ادبستان" سے باہر اپنے کسی بھی ادب پارے پر ایک دو تحریریں بھی نہیں لکھ پاتے تھے، ساگری سین گُپتا (۱۹۵۶ء) کو دیے گئے انٹرویو میں اُن کا کہنا تھا:

> " یہ ایک عجیب بات ہے اس گھر کے باہر میں نے کچھ نہیں لکھا۔۔۔پی ایچ ڈی کا تھیسز بھی الہ آباد میں نہیں لکھ پاتا تھا۔ سب جمع کر لیتا تھا اور پھر گھر آ کے لکھتا تھا اسی طرح اگر کوئی افسانہ لکھنا ہے اور بیچ میں کہیں چلے گئے دو تین دن کے لیے، تو پھر وہاں اس کی ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا۔ میرا خیال ہے اگر باہر رہتا تو کچھ نہ لکھ پاتا۔۔۔ یا اس طرح کا نہ لکھ پاتا۔"(۲)

"ادبستان کے ساتھ نیر مسعود کا انسلاک بندش کی وہ گیاہ رہا، جسے نفسیات Place Attachment سے منسوب کرتی ہے۔ "ادبستان" میں جن ادبی کرداروں سے اُن کی شناسائی ہوئی، ان میں سے متلوّن و متنوع مزاجوں کے حامل لوگوں کے باوجود کوئی کردار بھی یگانہ جیسا باغی و 'مذموم' نہ تھا۔ ۱۹۵۳ء میں یگانہ

پر مذہبی توہین کے الزام کے تحت اُن کے گھر پر ہونے والے حملے اور جلوسِ رسوائی کے بعد عام سے عام لکھنؤ کے باشندے کے لیے یگانہ کے وجود سے بے اعتنائی ممکن نہیں تھی۔ اس حملے کے قریب دو سال بعد تک بھی حالات اتنے کشیدہ رہے کہ یگانہ جان بچانے کی غرض سے 'ادبستان' میں پناہ لینے آئے تھے، یہ وسط جون ۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے، جب نیر مسعود ایک نہایت پڑھے لکھے نوجوان کے طور پر ادبستان کے مستقبل کے گُلِ تَر کے طور پر سامنے آرہے تھے۔

یگانہ کے مسعود حسن رضوی کے یہاں قیام کی کُل مدت ایک ماہ چوبیس دن (یعنی وسط جون، ۱۹۵۵ء سے ۹ اگست ۱۹۵۵ء) تھی۔(۳) اس مختصر قیام کے دوران یگانہ اپنی گرتی ہوئی صحت اور بڑھتی ہوئی ضعیفی کے باوجود گاہے گاہے، مسعود حسن رضوی کے ساتھ، ادبستان کے برآمدے میں (جو مسعود حسن رضوی ادیب کی علمی و ادبی اور مہمانی و میزبانی سرگرمیوں کا مقام تھا) مصروفِ سخن رہتے تھے۔ نیر مسعود کے مطابق:

> ”بیماریوں اور دوسری پریشانیوں کے باعث وہ اپنی عمر سے زیادہ (۷۱ سال) بوڑھے نظر آتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ ہانپتے رہتے تھے بیٹھے بیٹھے اپنے آپ ان کی گردن جھکی چلی جاتی، ٹھڈی سینے سے جا لگتی اور وہ چونک کر ایک جھٹکے کے ساتھ سر اونچا کر لیتے تھے۔ اس وقت انھیں دیکھ کر چوٹ کھائے ہوئے سانپ کا خیال آتا تھا۔ ان موقعوں پر ادیب سے گفت گوؤں میں وہ ایک فقرہ بار بار دہراتے تھے:
> دیکھیے مسعود صاحب، میں ہارا نہیں، ہارا نہیں۔“(۴)

اس السیاتی بیان کو غور سے پڑھیں تو یہ واضح سمجھ آجاتا ہے کہ انیس برس کے نیر مسعود کا یہ مشاہدہ ذاتی تھا، اور یہ باتیں انھوں نے محض اپنے والد سے سُنی نہیں ہوں گی۔ انیس اشفاق کے مطابق بیس سال تک نیر مسعود کے مطالعے کا دائرہ خاصا وسیع ہو چکا تھا۔(۵) اپنے والد اور یگانہ کے بیچ ہونے والی ان بحثوں کو انھوں نے یقیناً گوشِ نصیحت نیوش سے سنا اور دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھا ہو گا۔ یہ مختصر کتاب یگانہ سے اسی زمانے میں پیدا ہونے والی دل چسپی کی تحقیقی روداد ہے۔

یگانہ کے بارے میں اپنی پسند ناپسند کا ذکر نیر مسعود نے کسی انٹرویو میں نہیں کیا۔ حتیٰ کہ پوری کتاب میں بھی ان کا انداز اس حد تک معروضی اور غیر تاثراتی ہے کہ یہ نتیجہ نکالنا بے حد مشکل ہے کہ یہ کتاب ان کے یگانہ سے لگاؤ کا نتیجہ ہے یا اپنے والد سے ان کے التفات کے اظہار کا۔ شعری وسائل وناگزیر

تاثراتی فقروں سے نیر مسعود کی نثر اس حد تک عاری ہے کہ پوری کتاب میں صرف ایک جگہ تشبیہ سے مدد لی گئی ہے، ہمارا اشارا اوپر درج شدہ جملے "انھیں دیکھ کر چوٹ کھائے ہوئے سانپ کا خیال آتا تھا" کی طرف ہے، یہ نپی تلی بل کہ ایک طرح سے مخترع نثر کی ناقابلِ فراموش مثال ہے۔

ہمارے سامنے یگانہ سے نیر مسعود کے ادبی و شخصی علاقے کے دو بالواسطہ ثبوت ہیں، اول انیس اشفاق (پ:۱۹۵۵ء) کا نیر مسعود کی تدفین کے متعلق یہ بیان:

> "نیر مسعود کو اُسی کربلا (منشی فضلِ حسین خاں کی کربلا) میں بنی ہوئی اُن کی باپ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ اسی کربلا میں اُن کی ماں بھی آسودہء خاک ہیں اور یہیں نیر مسعود کے پسندیدہ شاعر یاس یگانہ چنگیزی بھی ابدی نیند سو رہے ہیں۔"(۶)

اور دوّم، غلام رضوی گردش (م۲۰۰۸ء) کے نیر مسعود پر لکھے گئے خاکے (مشمولہ: دیارِ خوش نفساں) میں دی ہوئی یہ معلومات:

> "ادبستان میں عارضی قیام کے دوران یگانہ رات میں اپنے اشعار "پاسنگ سو" سگریٹ کی ڈبیا پر نوٹ کر لیتے اور صبح انھیں کاغذ پر منتقل کر کے ڈبیا ادھر ادھر پھینک دیتے۔ میر صاحب (نیر مسعود کو ان کے حلقہء احباب میں میر صاحب کہا جاتا تھا) نظریں بچا کر انھیں اُٹھا کر جمع کرتے گئے۔ عرصہٗ دراز تک "پاسنگ شو" کا یہ ذخیرہ ان کے پاس محفوظ تھا لیکن افسوس اب ضائع ہو چکا ہے۔"(۷)

یگانہ، احوال وآثار کے عنوان کی اس کتاب میں خلیق انجم (۱۹۳۵۔۲۰۱۶ء) کے دو صفحاتی حرفِ آغاز کے علاوہ، چھ، چھوٹے چھوٹے ابواب ہیں۔ آخر میں یگانہ کا منتخب کلام دیا گیا ہے۔ اس انتخاب میں نعت کے چھ بندوں کے علاوہ یگانہ کی اُنیتس غزلیں شامل ہیں۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے، نیر مسعود کے اندازِ تحریر کا ضرورت سے زیادہ اختصار کھٹکتا ہے۔ اس بات کا احساس خلیق انجم نے یوں کیا ہے:

> "نیر مسعود نے بڑے سلیقے اور مستند حوالوں کے ساتھ تاریخ ادبِ اردو کے یہ الم ناک واقعات بیان کیے ہیں۔ یگانہ کے بارے میں اُن کی معلومات، اُن کے ہم دردانہ اور معتدل رویے کو دیکھتے ہوئے میری فرمائش ہے کہ وہ یگانہ کے مکمل سوانح لکھیں۔ اور ان کی ادبی خدمات کا جائزہ لیں۔"(۸)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خلیق انجم کی خواہش بھی تھی کہ نیر مسعود یگانہ پر تفصیلی کام کریں۔ جہاں تک خلیق انجم نے نیر مسعود کے معتدل رویے کا ذکر کیا ہے، یہ بالکل صائب ہے۔ لیکن پوری کتاب میں یگانہ کی طرف نیر مسعود کے "ہم دردانہ" رویے کو ڈھونڈنا ناممکن ہے۔ یگانہ پر اس کتاب سے قبل یا بعد میں جتنا کام ہوا ہے (مثلاً: **یاس یگانہ چنگیزی**، از راہی معصوم رضا، ۱۹۶۷ء، **مرزا یگانہ چنگیزی: حیات اور شاعری** از ضیا عظیم آبادی، ۱۹۸۰ء، **کلیاتِ یگانہ** مرتّبہ، مشفق خواجہ، ۲۰۰۳ء) اس میں اُن کے شخصی اور مریضانہ رویوں پر کوئی نا کوئی بدیہی یا سوچا سمجھا تبصرہ ضرور کیا گیا ہے؛ یگانہ کے حق میں یا اُن کے مخالف، حتیٰ کہ خود انجم خلیق نے ان دو ہی صفحوں کے حرفِ آغاز میں بھی لکھا ہے:

> "یگانہ نے آں حضرت کی شان میں جو گستاخی کی، وہ کوئی مجنوں، ابنارمل اور ذہنی مریض ہی کر سکتا ہے اور ایک ذہنی مریض کے ساتھ یہ رویہ (جلوسِ رسوائی) ذہنی مریضوں کا ہی ہو سکتا ہے۔"(۹)

نیر مسعود نے اپنی پوری کتاب میں ایک جملہ بھی نہ تو یگانہ کے رویے کے حق میں لکھا ہے نہ خلاف۔ لہٰذا اس حیرت انگیز غیر جانب دارانہ اُسلوب کو ہم دردی کہنا نہ صرف نامناسب ہے بل کہ کتاب کی ساری عمارت کو خوش گمانی کے ساتھ، لاشعوری طور پر، ڈھانے کی کوشش بھی ہے۔ اس بات کو سرور الہدیٰ (۱۹۷۱ء) نے اپنے مضمون "نیر مسعود کی یگانہ شناسی" میں یوں بیان کیا ہے:

> "نیر مسعود کو یگانہ کے تعلق سے مثبت اور منفی تمام پہلوؤں کا علم ہے اور انھیں احساس ہے کہ یگانہ کی ہٹ دھرمی اور ضد کا حوالہ دے کر لوگ یگانہ کی علمیت اور تخلیقیت کو کم کر کے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔"(۱۰)

کتاب کے پہلے دونوں ابواب: "یگانہ (بہ حوالۂ ادیب)" اور "یگانہ کے معرکے" مختصر ہوتے ہوئے بھی بے شمار حوالوں سے مستنیر ہیں۔ ان دونوں ابواب کے مجموعی صفحات اکتالیس ہیں، جب کہ ان دونوں میں حواشی کی تعداد پینتالیس ہے، اس سے حاشیے کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن حوالوں کو انتہائی خلاقی سے ترتیب دینے کا یہ ملکہ بھی کچھ نیر مسعود ہی سے مخصوص ہے۔ وہ اقتباسات کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ تصنع اور خارجی پن کا احساس تو دُور کی بات، وہ سب تحریر کا لازمہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس چیز کا تعلق جہاں اُن کی قلمی تربیت سے ہے، وہیں ذہنی طور پر چیزوں کی کیفیات کے بارے میں اُن کی صریحانہ وضاحتوں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے، خود اُن کا بیان ملاحظہ ہو:

"اگر لکھنے والے کے دماغ میں کوئی چیز پوری وضاحت سے موجود ہو اور وہ چاہے اس کو پورا نہ بھی لکھے تو وہ کسی طرح پڑھنے والے تک منتقل ہو جاتا ہے۔"(۱۱)

تیسرا باب: "یگانہ کی چند غیر معروف تحریریں" دراصل ماہنامہ "نظارہ" میرٹھ کی اُس فائل پر مبنی ہے جو مسعود حسن رضوی ادیب کو پرانی کتابوں کی خریداری کے شوق میں کہیں سے ملی تھی۔ نیر مسعود نے یہ تو لکھا ہے کہ یہ فائل (اور چند دوسری کتب) یگانہ نے تنگ دستی کی بنا پر لکھنؤ کے مشہور کتاب فروش خواجہ عبدالرؤف عشرت کو فروخت کی تھی۔ جن سے اسے کمال سندیلوی نے خریدا تھا، لیکن خود مسعود حسن خان کے ہاتھ یہ کہاں سے لگیں، اس کا سبب بتانے کی بہ جائے انھوں نے "معلوم نہیں کہ ادیب کو یہ کتاب اور "نظارہ" کی یہ فائل کس ذریعے سے حاصل ہوئی" لکھ کر اس بحث کو بڑھا دیا ہے۔ نیر مسعود کی یہ کتاب ۱۹۹۱ء میں آئی، اگر وہ چاہتے تو اپنے والد سے (اگرچہ اُن کا انتقال سترہ برس پہلے ہوا) یہ معلومات لے سکتے تھے، کیوں کہ یہ ان کے گھر کا معاملہ تھا اور اب جب کہ پدر و پسر دونوں نہیں رہے تو اس قضیے کی حیثیت بھی ایک بند کیس (Closed Case) کی سی ہو گئی ہے۔ ایک اور اہم بات جس کی وضاحت نہیں کی گئی وہ یہ ہے کہ مسعود حسن رضوی کا یہ فائل (اگرچہ بالواسطہ طور پر سہی) خریدنا خود اُن کے اپنے وضع کردہ اس اصول کے خلاف تھا، جس کا ذکر نیر مسعود نے ایک اور سیاق و سباق میں اپنے انٹرویو میں یوں کیا ہے:

"والد صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے جاننے والوں کی کوئی چیز اگر مجبوری سے بیچی جا رہی ہو تو نہیں خریدتے تھے چاہے جتنی سستی ملے۔"(۱۲)

اسی نوع کے ایک اور نہایت اہم سوال کے جواب کو انھوں نے صفحہ اکیس پر تشنہ چھوڑا ہے۔ یگانہ، مسعود حسن رضوی کی دوستی کے تو قائل تھے ہی، اُن کی ادب فہمی (خصوصاً "ہماری شاعری" کے آئینے میں) کو بھی نادر جانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ادیب کے نام اپنے ایک خط (مرقومہ ۱۲ دسمبر، ۱۹۶۳ء از لاتور، دکن)، میں فرمائش کے طور پر لکھا ہے:

"کیا آپ (ادیب) بھی "آیاتِ وجدانی" اور "ترانہ" کو ضائع کرنا گوارا کریں گے یا اس آرٹ سے (اگر یہ آرٹ واقعی آرٹ ہے) ملک کو روشناس کروائیں گے؟ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کوئی (Fitzgerald) ملے گا تو کب ملے گا مجھے ڈاکٹر بجنوری کے جیسے، بدحواس شرح نگار کی ضرورت نہیں۔ ہاں رضوی جیسا سمجھا بوجھا ہوا معتدل مزاج شرح و تنقید کا حق ادا کر سکتا ہے۔"(۱۳)

اس خط کو درج کرنے کے بعد، نیر مسعود کا دوٹوک، دس لفظی جملہ ملاحظہ ہو: "لیکن ادیب یگانہ کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکے۔" اِسی کے ساتھ باب کا یہ حصہ مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ حتمی، قطعی، غیر جذباتی اور ایجاز پر مبنی منہاج نیر مسعود کا خاصا ہے اور ہمارے خیال میں آئندہ آنے والے اُن کے فکشن کی ایک اہم کلید بھی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا تحقیق میں اس نوع کا فوری و قطعی اُسلوب، قاری کے ذہن میں ہلچل پیدا کرنے کے علاوہ، کسی سنجیدہ اور واضح نتیجے تک پہنچانے میں معاون بھی ہوتا ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب محتاط انداز سے بھی دیا جائے تو نفی ہی میں ہو گا، خصوصاً اُن صورتوں میں، جہاں موضوع کی سطح پر نیر مسعود، تحقیق کے "درونِ خانہ ہنگاموں" پر قلم اٹھاتے ہیں۔ سوال یہ ہے، یگانہ جیسے فتنہ جُو آدمی کو شورش کے دنوں میں پناہ دینے والے، اور لوگوں کے پُر زور اصرار پر بھی اس پناہ سے دست بردار نہ ہونے والے، جرات مند مسعود حسن رضوی ادیب، جو یقیناً یگانہ کے مداحوں میں بھی تھے، اُن کی اپنی درخواست پر ایک ایسا مضمون کیوں نہ قلم بند کر سکے؟ ظاہر ہے اس سوال کا جواب نیر مسعود سے زیادہ وثوق سے کوئی نہیں دے سکتا تھا، لیکن انھوں نے بہ وجوہ اس کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ سادہ لفظوں میں اسے ادیب کی احتیاط پسندی سمجھنے میں یہ دقّت ہے کہ اس باریک بینی کی سطح پر مصلحت شناس آدمی یگانہ کو اپنے گھر ٹھہرانے اور سارے شہر سے نہایت نازک و مذہبی بنیادوں پر دشمنی مول لینے کی جرات کیوں کر سکتا تھا، لہٰذا خطِ مستقیم اور افقی سمت میں کوئی بھی جواب ڈھونڈنا نا مناسب معلوم ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ اس جہت کا جواب عمودی سمت میں تلاش کیا جائے، اس کا واحد میسر و مسکت ماخذ نیر مسعود کی یہ کتاب بن سکتی تھی، جسے انھوں نے اس بحث کے بغیر چھوڑ دیا ہے۔

بہ ہر حال، اس ساری بحث کے بعد ہم باب سوم سے مکرر رجوع کرتے ہیں۔ اس سارے باب کی خوب صورتی "نظارہ" کی اسی دو سالہ (۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء) فائلوں میں چھپنے والی وہ تحریریں ہیں جو، اس سے پہلے (اس کے بعد بھی) کبھی سامنے نہیں آئی تھیں۔ ان تحریروں میں یگانہ کے اسلوب کے بر خلاف قدرے متانت کا مظاہرہ ملتا ہے۔ یہ تحریریں یگانہ کی شخصیت کے ارتقا کو سمجھنے کے لیے بھی مدد کرتی ہیں۔

نیر مسعود نے یگانہ کے جن مضامین کے چنیدہ و تلخیص شدہ حصے پیش کیے ہیں، وہ اپنے عنوان اور سنین کے ساتھ یہ ہیں: "بعض شعراے عظیم آبادی" (فروری، ۱۹۱۶ء)، "فلسفۂ ہم دردی" (دسمبر ۱۹۱۵ء)، "مسرّت ہم دردی" (جون ۱۹۱۶ء)، "مسئلہ انتقام" (نوری ۱۹۱۶ء)، "رسم ورواج کا انتظار" (جولائی

۱۹۱۶ء)، الفاظِ مہنّد بہ عطف و اضافت (۱۹۱۶ء)، "کلامِ آتش بہ رنگِ صائب"(اکتوبر۱۹۱۶ء)، تمام شعرائے حال کی خدمت میں اپیل(جولائی۱۹۱۶ء)

یہ سب مضامین پڑھنے سے علاقہ رکھنے کے ساتھ، اس قابل بھی ہیں کہ ان کی مدد سے یگانہ کے ذہنی تغیرات کو سمجھا جائے، بالخصوص "مسئلۂ انتقام" میں یگانہ نے کئی ایسی باتیں کہی ہیں جن سے معنی خیز نکتوں کو اخذ کیا جا سکتا ہے، لیکن پوری کتاب پر چھائی قطعی معروضیت نے نیر مسعود کے قلم کو ان تحریروں سے کسی نوع کے استنتاج کی اجازت نہیں دی۔

چوتھا باب موسوم بہ "یگانہ اور تنقید کلامِ عزیز" ہے، چار صفحوں کا یہ باب اس کتاب میں دراصل نیر مسعود کی لکھت کی آخری تحریر ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد انھوں نے محض "تصنیفاتِ میرزا یگانہ کی فہرست"، "یگانہ کی تصنیفوں کے سرورق (سنینِ اشاعت کے اعتبار سے)]چودہ سرورق[، یگانہ کی لوحِ تربت کی تحریر اور یگانہ کا منتخب کلام (ایک نعت اوراُنتیس غزلوں) کی جمع آوری کی ہے۔ اِن تفصیلات میں اگر وہ کتابوں کے سرورق اور کتبے کی تحریروں کے ساتھ اُن کے حقیقی عکس مہیا کرتے تو اِن کی اہمیت تحقیقی حوالے سے بے بہا ہو سکتی تھی۔ بہ ہر صورت، چوتھے باب کے چار صفحوں میں انھوں نے یگانہ کی بدنامِ زمانہ کتاب **شہرتِ کاذبہ المعروف بہ خرافاتِ عزیز** میں سے عزیز کے کچھ شعروں اور ان پر یگانہ کے تنقیدی اعتراضات کو پیش کیا ہے اور حسبِ معمول کسی قسم کی ناقدانہ رائے دیے بغیر صرف یہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے:

> "ان اعتراضوں کے ذریعے عزیز کے کلام کی جو خامیاں سامنے آتی ہیں وہ اس قدر سنگین نہیں ہیں، جس قدر یگانہ نے انھیں اپنے لہجے کے زور پر ثابت کرنا چاہا ہے۔"(۱۴)

یہ بات پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ نیر مسعود اپنی تحریر میں دیگر اقتباسات کو اور حواشی میں جس طرح جزئی معلومات کو پیش کرتے ہیں، وہ قابلِ رشک ہے۔ یہاں پر اس نوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں: یگانہ کے مالی طور پر دیوالیے ہونے اور ان کے ذاتی ذخیرے سے کتابیں بیچ کر پیٹ بھرنے کے ذکر کے ضمن میں نیر مسعود نے اُن کتابوں کی فہرست بھی مہیا کی ہے، جن کی فروخت کا اشتہار یگانہ اپنی کتابوں میں دیا کرتے تھے۔

اسی طرح یگانہ کے اپنے خلاف نکالے جانے والے ادبی دنیا کے اولین "جلوسِ رسوائی" پر فخر کا اظہار کرنے کی ضمن میں پاورق میں لکھتے ہیں:

"یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے ۶۰ھ اور ۶۴ھ کے درمیان عبید اللہ بن زیاد کے حکم سے مشہور عربی شاعر یزید بن مفرّح کو شراب کے ساتھ جُلّاب پلا کر اور ایک کتے، ایک بلی اور سور کے ساتھ باندھ کر بصرے میں اس کا جلوسِ رسوائی نکالا گیا اور اس حالت میں ابنِ مفرّح نے فارسی میں جو فی البدیہہ شعر کہے تھے اس قسم کی کچھ اور مثالیں بھی مل جائیں گی۔ لیکن مشہور اردو شاعروں کی حد تک یگانہ کا یہ دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے۔"(۱۵)

اس معلوماتی حاشیے پر انھوں نے اپنی عادت کے برخلاف کسی کتاب یا تاریخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے، ظاہراً اس حد تک غلو پر مبنی واقعہ تاریخ کے اُن پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس میں باتوں کو "زیبِ داستان کے لیے" بڑھایا، گھٹایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ابن مفرح کے متعلق یہ واقعہ ابو الفرج اصفہانی(۸۹۷۔۹۶۷ء) کی کتاب **کتاب الاغانی** میں درج ہے، **کتاب الاغانی** کی اسنادی حیثیت کو دیکھتے ہوئے ضروری تھا کہ نیر مسعود اس واقعے کا ضرور حوالہ دیتے لیکن ایسا نہیں ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر، نیر مسعود نے لکھا ہے کہ یگانہ نے ادیب سے میر کی کلیات کا نسخہ مانگا تھا، وہ شاید اس کی شایانِ شان تدوین کرنا چاہتے تھے۔ نیر مسعود نے اس ضمن میں یگانہ کے کسی ایسے علمی منصوبے سے لاعلمی کا دیانت دارانہ اظہار کیا ہے۔ سرور الہدیٰ کے مطابق:

"کلامِ میر سے متعلق یگانہ کا مضمون "زمانہ"(۱۹۴۰ء) میں تین قسطوں میں شائع ہوا تھا۔"(۱۶)

باریک باتوں کی پرتوں کو کھولنے والے نیر مسعود سے اس منصوبے کا پوشیدہ رہ جانا بھی عجیب ہے۔

اس مختصر سی کتاب میں، یگانہ سے متعلق کچھ ایسی معلومات مل جاتی ہیں، جن کا ماخذ نیر مسعود کے والد ہونے کی وجہ سے انھیں بہ طور سند پیش کیا جا سکتا ہے۔ یگانہ کی شعر خوانی کے انداز کے بارے میں ملاحظہ ہو:

"ادیب اُن کے پڑھنے کی بہت عمدہ نقل کرتے تھے۔ میں نے بارہا ادیب سے یگانہ کے یہ شعر یگانہ ہی کی لحن میں سنے ہیں:

ہاں مناسب ہے جو صیاد گلا گھونٹ دے اب
سوتے فتنوں کو اسیروں نے جگانا چاہا

اور اک چرخِ ستم گار نے کروٹ بدلی
نانوئے فکر کو جب سر سے اٹھانا چاہا
جامہ زیبوں پہ کفن نے بھی دیا وہ جوبن
دوڑ کر سب نے کلیجے سے لگانا چاہا

وہ شعر کے دونوں مصرعوں کو دو دو بار پڑھتے، پھر مصرعِ اولیٰ کے چند ابتدائی لفظوں پر شعر کو ختم کرتے تھے۔ مندرجہ بالا شعر "ہاں مناسب ہے"، "اور اک چرخ" اور "جامہ زیبوں پہ" کے لفظوں پر ختم ہوتے تھے۔ (۱۷)"

اسی طرح:

"ادیب کا خیال تھا کہ یگانہ اُس کی (کلیاتِ میر) تصحیح کا ارادہ رکھتے تھے اس لیے کہ وہ میر کا کلام غلط سلط چھپنے کی شکایت اکثر کیا کرتے تھے۔"(۱۸)

بحث کو سمیٹتے ہوئے نیر مسعود کی اس کتاب کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب میں کچھ سامنے کی باتوں کو پسِ پشت چھوڑ کر تشنگی کے احساس نے کتاب میں اس مرموز کیفیت کو جنم دیا ہے جو نیر مسعود کی شخصیت سے منسوب ہے۔ کتاب میں نہایت اختصار کے باوجود "شنیدہ کے بوَد مانندِ دیدہ" کے مصداق یگانہ کے حوالے سے بہت سی اہم معلومات کو جمع کر لیا گیا ہے۔ اگر کچھ ناگزیر سوالوں پر نیر مسعود قطعی معروضیت کی بہ جائے اپنے والد کی جانب سے تفصیلی جواب مہیا کرتے تو آئندہ کے قاری کے لیے بہت سے تحقیقی نکات آئینہ ہو سکتے تھے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) انیس اشفاق، نیّرِ دَوراں، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ۱۰۶۔

(۲) نیّر مسعود، "ساگری سین گپتا: نیر مسعود سے ایک گفتگو، مشمولہ منتخب مضامین، (کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۰۹ء)، ۱۱۴۔

(۳) نیّر مسعود، یگانہ احوال و آثار، (نئی دہلی: انجمن ترقی (ہند) ۱۹۹۱ء)، ۲۵۔۲۶۔

(۴) ایضاً، ۳۶۔

(۵) انیس اشفاق، نیّرِ دَوراں، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ۵۔

(۶) ایضاً، ۲۔

(۷) غلام رضوی گردش، "میر صاحب (پروفیسر نیر مسعود) مشمولہ دیارِ خوش نفساں، (دہلی: معیار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ۱۳۶۔

(۸) خلیق انجم، "حرفِ آغاز" مشمولہ: یگانہ احوال و آثار از نیر مسعود، (نئی دہلی: انجمن ترقی (ہند) ۱۹۹۱ء)، ۲۔

(۹) سرور الہدیٰ، "نیر مسعود کی یگانہ شناسی"، مشمولہ: نیر مسعود (ادیب اور دانشور)، مرتبہ: شاہد ماہلی، (دہلی: غالب انسٹیٹیوٹ، ۲۰۱۱ء)، ۸۲۔

(۱۰) خلیق انجم، "حرفِ آغاز" مشمولہ: یگانہ احوال و آثار از نیر مسعود، (نئی دہلی: انجمن ترقی ہند)، ۱۹۹۱ء)، ا۔

(۱۱) نیّر مسعود، "ساگری سین گپتا: نیر مسعود سے ایک گفتگو" مشمولہ منتخب مضامین، (کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۰۹ء)، ۴۱۰۔۴۹۰۔

(۱۲) ایضاً، ۴۲۱۔

(۱۳) نیّر مسعود، یگانہ احوال و آثار، (نئی دہلی: انجمن ترقی (ہند)، ۱۹۹۱ء)، ۲۱۔

(۱۴) ایضاً، ۲۶۔

(۱۵) سرور الہدیٰ، "نیر مسعود کی یگانہ شناسی"، مشمولہ: نیر مسعود (ادیب اور دانشور)، مرتبہ: شاہد ماہلی، (دہلی: غالب انسٹیٹیوٹ، ۲۰۱۱ء)، ۸۷۔

(۱۶) نیّر مسعود، یگانہ احوال و آثار، (نئی دہلی: انجمن ترقی (ہند)، ۲۶۔

(۱۷) ایضاً، ۲۳۔

BIBLIOGRAPHY

- Anees Ashfaq, *Nayyar –e Dorān* (New Delhi: Sahitya Academy, 2018).
- Ghulam Rizwi Gerdish, *Diyar-e Khush Nafasān,* (Delhi: Mayar Publications, 2002)
- Nayyar Masud, *Muntakhab Mazāmīn* , (Karachi: Aaj ki Kitabain, 2009)
- Nayyar Masud, *Yagana: Ahval -o- Asār* (New Delhi: Anjuman Taraqqi – e Urdu, Hind 1991)
- Shahid Mahli, *Nayyar Masūd* (Adīb aur Danishvar) (Delhi: Ghalib Institute, 2011).

❖❖❖